رجسٹرڈ ٹائٹل نمبر

شرح چندہ
سالانہ .... ۸؍
ششماہی .... ۴؍
سہ ماہی .... ۲؍

قیمت پرانا پرچہ ۴؍

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی عثمانیہ

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱

شرح چندہ
سالانہ .... ۸؍
ششماہی .... ۴؍
سہ ماہی .... ۲؍

قیمت فی پرچہ (۲؍)

جلد ۵	۱۷ ار خورداد ۱۳۵۴ف	۸ ر جمادی الاول ۱۳۶۴ھ	۲۱ ر اپریل ۱۹۴۵ء شنبہ	نمبر ۱

صوبۂ سرحد میں کانگریسی وزارت کا قیام

دستوری حیلے

کامریڈ ایم ، این ، رائے کا بیان

یہ باور کرنے کی کافی وجہ ہے کہ صوبہ سرحد میں کانگریس کا وزارتوں پر واپس آنا اس بات کی علامت ہے کہ کانگریس نے اس لاحاصل پالیسی کو مسترد کر دیا ہے جو پانچ سال قبل اختیار کی گئی تھی۔ اور خود کانگریس کے اعلیٰ کمانڈ نے اس واپسی کا حکم دیا ہے۔ اس طرح ایک دوسری ہمالیائی غلطی کی اصلاح کی جا رہی ہے اگرچہ اس دفعہ اس غلطی کا اعتراف نہیں کیا گیا۔ عہدوں پر واپسی کا حکم بادشاہ اس وجہ سے دیا جا رہا ہے کہ کانگریس کے پیش کش کے ذریعہ مرکزی حکومت پر متصرف ہونے کی کوشش ناکام ہو چکی تھی۔

چونکہ گفت و شنید سے اقتدار کا قریب ترین راستہ نہیں مل سکتا اس لئے وزارتوں کو اس مقصد کے حصول کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ لیکن بجز ایک یا دو صوبوں کے جہاں مسلم لیگ نے دستوری راستہ کھلا رکھا ہے اقتدار کے ان اہم مقامات کی بازیابی ——— جن کو ایک بار ترک کر دیا گیا تھا ——— آسان نہیں ہے اکثر صوبوں میں عہدوں کا حصول گورنروں کی مرضی پر منحصر ہے۔ ان صوبوں میں کانگریسی لیڈروں سے گورنر خود یہ خواہش نہیں کریں گے کہ وہ سیاہ و سفید کے مالک

قائم کریں۔ اس صورت میں کانگریس کا موقف بے ڈھب ہو جاتا ہے کیونکہ اس کو بلندی سے نیچے اترنا پڑے گا۔ وزارتوں پر واپس جانے کا اقدام سابق کانگریسی وزراء منظر کر کے بڑھے گا۔ دستور کی گورنران شکست خوردہ لیڈروں کے دست تعاون کو قبول کریں یا نہ کریں۔

اکثریت والی جماعتوں نے اپنی دستوری ذمہ داری کو ترک کر کے سیاسی جنگ سے اس وقت عدم تعاون شروع کیا جبکہ ملک پر بیرونی حملہ کا خطرہ لاحق ہو رہا تھا۔ کیا حکومت چلانے کی ذمہ داری ایسی جماعت کے سپرد کی جا سکتی ہے جو کھلی بغاوت کی ناکامی کے بعد حکومت چلانے کی خواہش کر رہی ہے؟ ایک صوبہ میں عہدے قبول کر کے کانگریس جس پالیسی کا اظہار کر رہی ہے اس کی بناء پر یہ اہم سوال پیدا ہوتا ہے۔

اس سوال کو اس لئے بھی اٹھانا چاہیے تاکہ وہ سازش بے نقاب ہو جائے جو باشندگان ہند کی اکثریت کے خلاف جنہیں حق رائے دہی حاصل نہیں ہے کی جا رہی ہے۔ اس سازش میں سامراجی قوتیں اور برطانوی تجارتی مفادات شریک ہیں مقصد یہ ہے کہ ایک ایسی اقلیت کو جو مفادات حاصلہ کی نمائندہ ہے اقتدار کے ایسے اہم مقامات پر بٹھایا جائے جہاں سے وہ ملک کے سیاسی مستقبل کو تشکیل دے سکے اور مفادات حاصلہ کے اغراض کی تکمیل کر سکے۔

حکومت برطانیہ اور وہ انگریز اصحاب جو ہندوستان میں موجود ہیں اب بھی کرپس کی تجاویز کو پیش کرتے ہیں۔ یہ غیر جمہوری تجویز صوبہ واری مجالس مقننہ کو جو باشندگان ہند کی (۳٪) فیصد آبادی کی نمائندہ ہیں مجلس دستور ساز کا اختیار عطا کرتی ہے۔ کانگریس نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا مگر اب یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ کانگریس اس کو ... کرنے کے بعد اس غیر جمہوری پیش کش سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہے۔ اس مقصد کے لئے صوبہ واری مجالس مقننہ کو پھر زندہ کرنا اور نظم و نسق کی مشنری پر قابو پانا ضروری ہے۔ صوبہ واری مجالس مقننہ میں جن کا انتخاب ۱۹۳۶ء میں ہوا تھا بحیثیت مجموعی کانگریس کی اکثریت ہے۔ اگر کرپس کے پیش کش کو روبہ عمل لانے سے پہلے جدید انتخابات ہوں تو اکثر صوبوں میں نظم و نسق کی مشنری پر قبضہ رکھنا کانگریس کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے انتخابات کے نتائج پر اثر پڑتا ہے۔ وائسرائے اور صوبوں کے گورنر کانگریس کی اس پالیسی سے دستور کے غلط تصور کے تحت قریب آ رہے ہیں۔

مسٹر چرچل کا اصرار ہے کہ جنگ کے بعد ہندوستان میں جو حکومتیں قائم ہوں گی ان کی تشکیل آزاد انتخابات کے ذریعہ ہوگی اور اس اثناء میں نظم و نسق ایسی عارضی حکومتیں چلائیں گی جو ان تمام جماعتوں پر مشتمل ہوں گی جنہوں نے سابق جنگ میں مدد دی ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ آزاد انتخابات کے لئے اقوام متحدہ کا کمیشن نگرانی کرے گا۔ ہندوستان میں بھی دوران جنگ میں متحدہ حکومتیں ٹوٹ گئیں اور جنگ کی تائید اور مخالفت میں

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۰)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۵	۱۷ خورداد ۱۳۵۴ ف	نمبر ۱

ہمارا زندہ ماضی

دکن ہسٹری کانفرنس کا قیام اور گزشتہ ہفتہ جامعہ عثمانیہ میں اس کے اجلاسوں کا انعقاد دکن کی تاریخ میں انشاء اللہ ایک اہم واقعہ ثابت ہوگا۔ سرزمین دکن نے اپنے شاندار ماضی کو کچھ اس طرح بھلا دیا ہے کہ اس کی زبوں حالی کو ایک خوش آئند مستقبل میں متبدل کرنے کے لئے جمود کو حرکت میں بدلنے والی قوتیں تلاش کے باوجود ناپید ہیں۔ دکن کی تاریخ خود ہندوستان کی تاریخ کا خلاصہ ہے۔ مشرق و مغرب اور نیز شمال و جنوب نے اس سرزمین میں اپنے خوشگوار امتزاج کے لئے موزوں ماحول پایا۔ حیدرآبادیوں کی موجودہ نسل نہ تو عہد قدیم کی تاریخ سے واقف ہے اور نہ تو عہد وسطیٰ کی۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان ادوار پر مستند تاریخی کتابیں کم دستیاب ہیں۔ ایک دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض تاریخوں میں پروپگنڈے کا عنصر شامل ہوگیا ہے۔ قطب شاہی پر [illegible] لکھنا تو آج کل ایک مستقل مشغلہ بن گیا ہے۔ آصف جاہی دور پر جو تاریخی لٹریچر دستیاب ہوتا ہے وہ یا تو برطانوی سامراج کے اقتدار پر لکھا گیا ہے یا حقائق [illegible] مرحوم کی قصیدہ خوانی پر مشتمل ہے۔ تلخ حقائق کی تھوڑی سی جھلک اگر ہمیں کہیں دکھائی دیتی ہے تو وہ مولوی ابو الاعلیٰ صاحب مودودی کی اس کتاب میں ہے جو حکومت برطانیہ اور دولت آصفیہ کے تعلقات پر ایک نقطۂ نظر سے موسوم ہے۔ دور آصف جاہی پر جیسا کہ ہم نے ابھی کہا ہے تاریخی لٹریچر کا فقدان ہے۔ ایسا لٹریچر جس میں پروپگنڈے کا عنصر غالب ہے تھوڑا بہت پھر بھی مل جاتا ہے اور اس کو ہیں اسلیور [illegible] آیا ہے حقائق سے کسی قدر روشناس ہونے کی کوشش کی۔ پروفیسر عبدالمجید صدیقی، ڈاکٹر یوسف حسین خان اور دیگر اصحاب نے حال میں جو کچھ لکھا ہے وہ یا تو قبل آصف جاہی عہد سے متعلق ہے یا اس دور آصف جاہی سے جبکہ [illegible] سے متعلق تمام ہیں [illegible] ہوسکے وہ کچھ زیادہ [illegible] سے اہم دور رہا ہے اور جس کے سیاسی و معاشی اثرات ہم آج بھی محسوس کر رہے ہیں مورخین نے شاید کسی مصلحت کی بنا پر اپنی توجہ کا مرکز نہیں بنایا۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ دکن کے ہر دور کی تاریخ بلا رو رعایت اور خالص محققانہ اصول پر مرتب کی جائے۔ نواب علی یاور جنگ بہادر نے دکن ہسٹری کانفرنس کو اپنی توجہات اور دلچسپیوں کا موضوع بنا کر باشندگان دکن کو مرہون منت فرمایا ہے۔ یہ کام کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کو بحسن و خوبی انجام دینے کے لئے انتہائی دیانت داری اور غیر معمولی اخلاقی جرأت درکار ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ نواب صاحب موصوف کے زیر ہدایت یہ کام عمدگی سے انجام پائے گا اور ملک کی ایک اہم ضرورت پوری ہوگی۔

ہم نے بعض واقف کار اصحاب سے سنا ہے کہ نواب عنایت جنگ بہادر نے تاریخ دکن پر کافی محنت کے بعد خاصا مواد جمع کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ دکن ہسٹری کانفرنس ایسے اصحاب کا تعاون ضرور حاصل کرے گی۔ ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ بعض گھرانوں میں ـــــ مثلاً امرائے پائیگاہ، نواب سالار جنگ بہادر، مہاراجہ کشن پرشاد آنجہانی، راجہ شیوراج آنجہانی اور راجہ شام راج بہادر وغیرہ ـــــ ایسی تاریخی دستاویزات موجود ہیں جنہیں حاصل کئے بغیر دکن کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی۔ حکومت کا فرض ہے کہ ایسی دستاویزات کو حاصل کرے اور اگر ضرورت ہو تو جبراً حاصل کرے کیونکہ تاریخ کے اوراق کسی فرد کی ملک نہیں ہوسکتے وہ تو اہل ملک کا ایک بیش بہا ورثہ ہیں۔

اب تک تاریخ دکن سے متعلق تھوڑا بہت جو لٹریچر شائع ہوا ہے اس میں تاریخ کا پہلو کم اور قلعہ نگاری یا مشاہیر پرستی کا پہلو غالب ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ دکن ہسٹری کانفرنس کی کوششیں ان نقائص سے پاک ہوں گی۔

اپنے ملک کی تاریخ سے ہر شخص کو دلچسپی ہوتی ہے اور ہر صاحب ذوق اس تاریخ کی تدوین و ترتیب میں مدد دے سکتا ہے بشرطیکہ دکن ہسٹری کانفرنس کے دروازے وسیع رہیں اور ہر داخل ہونے والے کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا جائے۔ نواب علی یاور جنگ بہادر کا اس ادارے سے گہرا تعلق اس امر کی ضمانت ہے کہ اب ہم اپنے ماضی کے ہر پہلو سے ـــــ تاریک بھی اور روشن بھی ـــــ واقف ہو رہے ہیں گے۔

سپرو کمیٹی اور ریاستہائے ہند

جماعت اتحاد و ترقی کی قرارداد

سپرو کمیٹی کی سفارشات میں ریاستہائے ہند سے متعلق جو تجاویز پیش کی گئی ہیں ان کا تجزیہ کرنے کے بعد حسب ذیل امور قابل غور نظر آتے ہیں:-

(۱) مجلس دستور ساز میں جہاں برطانوی ہند کے مختلف فرقوں اور طبقوں کے نمائندے شریک ہوں گے ریاستوں کی نمائندگی کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اتنا کہا گیا ہے کہ "ہندوستانی یونین" میں اگر ریاستیں شریک ہونا چاہیں تو ان کے لئے دروازہ کھلا رکھا جائے مگر "یونین" کا قیام ریاستوں کی شرکت پر مشروط نہ ہو۔

(۲) "مملکت" (یونین) کا ایک صدر ہوگا جو وہ تمام اختیارات استعمال کرے گا جو ازروئے دستور اس کو حاصل ہوں گے۔ اور وہ اختیارات بھی استعمال کرے گا جو ریاستوں سے متعلق تاج کو حاصل ہیں۔

(۳) ریاستوں سے متعلق فرائض کی انجام دہی کے لئے ایک وزیر مقرر کیا جائے گا۔ ایسے وزیر کے ساتھ مشیروں کی ایک جماعت تشکیل دی جائے گی جو تین سے کم اور پانچ سے زیادہ نہ ہوں۔ اور ایسا وزیر ریاستوں سے متعلق تمام اہم معاملات میں اپنے مشیروں سے مشورہ کرے گا۔

ان شقوں پر غور و مطالعہ کرنے سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ جب ہندوستان کے مستقبل کی تشکیل میں ریاستوں کی کوئی موثر آواز نہ ہوگی۔ اگر [illegible]

"یونین" میں شریک ہونا چاہیں تو انہیں وہ دستور قبول کرنا پڑے گا جو برطانوی ہند کے نمائندے مرتب کریں گے۔ دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے کہ سپرو کمیٹی کے ارکان نے جو یک طرفہ تجاویز پیش کی ہیں اگر ان کو قبول کر لیا گیا تو ہندوستان کا ایک حصہ (برطانوی ہند) دوسرے حصے (ریاستوں) پر مسلط ہو جائے گا۔ یہ ایک ایسی صورت حال ہے جو کسی ریاست کے لئے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ ان تجاویز کو قبول کرنے کا نتیجہ ریاستوں کی سیاسی حیثیت اور معاشی خوش حالی کے لئے نہایت مہلک ثابت ہوگا۔

"جماعت اتحاد و ترقی" نے اپنی ایک قرارداد میں ریاستوں کے نقطۂ نظر سے سپرو کمیٹی کی تجاویز کو یک طرفہ اور غیر تشفی بخش قرار دیتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ برطانوی ہند کی کسی جماعت کی یہ کوشش کہ کل ہند نوعیت کے مسائل کو ریاستوں اور بالخصوص مملکت آصفیہ جیسی ریاستوں سے امتزاج اور مشورہ کئے بغیر تصفیہ کرے قابل قبول نہیں۔ اور نہ یہ کوشش مستحسن قرار پا سکتی ہے کہ مساویانہ درجہ رکھنے والی ریاستوں کی رضامندی کے بغیر ان فرائض و حقوق کو اپنے حق میں منتقل کرائے جو معاہدات سے پیدا ہوئے ہیں۔ برطانوی ہند کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی مسئلہ کا اس طرح یک طرفہ فیصلہ کرے جو ریاستوں پر براہ راست یا بالواسطہ اثر انداز ہوتا ہے۔ جماعت مذکور نے ریاستوں اور آئندہ تشکیل پانے والی حکومت ہند کے باہمی تعلقات کی نسبت یہ رائے ظاہر کی ہے کہ:-

> وہ حقوق اور اختیارات جو بہ اعتبار معاہدات تاج برطانیہ کو ریاست ہائے ہند کے بالمقابل حاصل ہیں برطانوی ہند کی ہمسایہ حکومت یا حکومتوں کے حق میں باہمی رضامندی سے منتقل ہو سکتے ہیں بشرطیکہ حیدرآباد جیسی ریاستوں کو امور ذیل سے متعلق تشفی بخش ضمانت دی جائے (الف) ریاستوں کی داخلی خود مختاری کا احترام کیا جائے گا۔ (ب) کل ہند نوعیت کے مسائل کے تصفیہ میں مساویانہ درجہ رکھنے والی ریاستوں کی موثر آواز شامل ہوگی۔ (ج) اگر معاہدات کی تعبیر و اطلاق میں فریقین کے مابین اختلاف ہو تو ایسے اختلافات کا تصفیہ بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں کسی آزاد ثالثی کے ذریعہ کیا جائے گا۔

"جماعت اتحاد و ترقی" نے ایک صحیح نقطۂ نظر کی ترجمانی کی ہے۔ جب تک برطانوی ہند کی سیاسی جماعتیں ریاستوں کے مطالبات کو قبول کرنے آمادہ نہ ہوں یہ مسئلہ غور طلب رہ جاتا ہے کہ "ہندوستانی یونین" میں ریاستوں کی شرکت ان کے لئے کس حد تک مفید ہو سکتی ہے۔

"مملکت" کا سنہ حیات

آج اس ناچیز اخبار نے اپنی زندگی کے چار سال ختم کر کے پانچویں سال میں قدم رکھا ہے۔ اس موقع پر ان سب حضرات کا دلی شکریہ ادا کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں جنہوں نے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور ہمیں اس پر آمادہ کیا کہ مالی دشواریوں کے باوجود اس اخبار کو زندہ رکھا جائے۔ ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ ہم کسی جماعت یا ادارہ کو خوش نہ رکھ سکے۔ حکومت نے بھی بارہا ہمیں تنبیہ کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ عہدہ داروں اور غیر عہدہ داروں میں اکثر حضرات ہم سے ناراض ہیں۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی ہم صرف اس امید میں جئے جا رہے ہیں کہ شاید بالآخر ہم اپنی راست گوئی سے ملک و مالک کے خدمت گزار ثابت ہوں۔

اجتماعی زندگی کے بہاؤ کو راہ مستقیم پر قائم رکھنا کسی ایک فرد یا جماعت یا حکومت کے بس کی بات نہیں۔ متعدد ادارے، متعدد اخبارات اور خود بحیثیت حکومت میں متعدد عناصر اس دھن میں لگے رہیں تو تب ہی متوقع نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ ایک انسان یا ایک گروہ کی خامیوں یا بے اعتدالیوں کا انسداد دوسرا انسان یا گروہ کر دیا کرتا ہے۔ اس عمل ردعمل کا نام ماضی کی تاریخ اور حال کی سیاسیات ہے۔ باہمی تنقید اور اصلاح کے لئے مختلف الخیال اخبارات اور اداروں کا وجود مضر نہیں بلکہ مفید ہو سکتا ہے بشرطیکہ سب کا نصب العین ایک ہو۔ حیدرآباد کی حد تک ہم سب کا نصب العین یہی ہونا چاہئے کہ رعایائے آصفی کے ہر فرد کو بلا امتیاز فرقہ و طبقہ خوش حالی اور باعزت زندگی نصیب ہو اور سلطنت آصفیہ کو بحیثیت مجموعی حیدرآباد سے باہر کی دنیا میں ایک باعزت مقام حاصل رہے۔ اس نصب العین کے حصول کے طریقوں میں ممکن ہے کہ اختلاف ہو۔ انہی اختلافات کے اندر حصول نصب العین کی خاطر ہم آہنگی اور توازن پیدا کرنا ہم سب کا فرض ہونا چاہئے۔ یہ فرض ہمیشہ خوشگوار نہیں ہوتا اور اس کی ادائی میں ممکن ہے کہ ہم نے تلخ نوائی سے کام لیا ہو جس کو تلخ صحافی پر محمول کر کے بعض حضرات ہم سے خفا ہیں۔ ہم ان سے معافی کے خواستگار ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہمیں کسی سے ذاتی بغض و عناد نہیں۔ ہم سب کے بہی خواہ ہیں البتہ اجتماعی مفاد پر اشخاص کی خوشنودی کو ترجیح دینا ہمارے مسلک سے خارج ہے۔

ہم اپنی زندگی کے پانچویں سال میں اس دعا کے ساتھ قدم رکھتے ہیں کہ خدا ہم سے شرق و غرب اور خیر کی تعمیر کا کام لے اور ہمارا کوئی ثروت یا سلطانی لالچ ہمارے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکے۔ آمین!

"اتحادی غلہ گودام"

کاشتکاران ممالک محروسہ سرکار عالی سے اپیل

حیدرآباد ۱۰ ارخورداد۔ مسٹر [illegible] صاحب، جناب وینکٹ راما ریڈی صاحب، نواب میر اکبر علی خاں صاحب بیرسٹر، پنڈت گوپال راؤ صاحب، مولوی مرزا المقصود احمد خاں صاحب اور مسٹر بی۔ ایس۔ وینکٹ راؤ نے کاشتکاران ممالک محروسہ سرکار عالی کے نام حسب ذیل اپیل جاری کی ہے:-

ہمیں یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ سرکار عالی کے حکم مشتہرہ اوائل جنسیہ پیداوار کے تحت لیوی دینے والوں کو اس کا موقع دیا گیا ہے کہ فی پلہ سیر اناج گاؤں میں اپنے پاس رکھ کر بقیہ اناج سرکاری گودام میں داخل کریں۔ اس سے دو فوائد مترتب ہوں گے۔ ایک یہ کہ دھان اور دیگر اجناس کی صورت میں لیوی کا آخری حصہ گاؤں والوں کی غذا اور تخم کی ضرورت کی حد تک ان کے لئے بچ سکے گا۔ دوسرے یہ کہ اتحادی اصول کے تحت گاؤں میں غلہ گودام قائم کرنے پر (۵۰) فیصدی لیوی دینے والے کاشتکار آمادہ ہو جائیں تو ایک ایسی مستقل انجمن گاؤں میں نشوونما پائے گی جو کاشتکاروں کو خصوصاً ان کے آڑے وقت غذا اور تخم کی فراہمی میں مدد دے گی۔ کون نہیں جانتا کہ گاؤں کا جزو مفلس طبقہ متوالی ساہوکاروں کے ہاتھوں اناج اور تخم کے لین دین میں آئے دن بری طرح نقصان اٹھاتا ہے۔ گراں شرح سود کے علاوہ ناپ تول کی کمی بیشی اور نرخوں کے ہیر پھیر کی

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۵))

سپرو کمیٹی کی تجاویز

مسلم لیگ کے اندیشے حق بجانب تھے

سرتیج بہادر سپرو اور ان کے ممتاز رفقائے کار نے ایک طرف ہندوستان کی سیاسی جماعتوں کے مابین اور دوسری طرف حکومت برطانیہ سے مفاہمت کرانے کے طریقے اور ذرائع پیش کرنے کی ذمہ داری اپنے آپ پر عائد کرلی تھی۔ اسی وجہ سے اس کمیٹی کا نام "مصالحتی کمیٹی" رکھ دیا گیا تھا۔ اس کمیٹی کی نسبت ہم نے ابتدا ہی سے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ یہ بے سود ثابت ہوگی کیونکہ ہندوستان کی سیاسی جماعتوں میں سے ایک اہم جماعت یعنی مسلم لیگ نے اس کمیٹی سے اپنی ناراضگی کا کھلے طور پر اس وقت اظہار کیا تھا جبکہ اس کمیٹی نے اپنا کام شروع بھی نہیں کیا تھا۔ مسلم لیگ کے اندیشے جیسا کہ اس وقت ظاہر ہوئے تھے اور جن کی بعد میں توثیق ہوگئی یہ تھے کہ یہ "مصالحتی کمیٹی" کانگریس کی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ ہے تاکہ مسلمانوں کے مطالبۂ پاکستان کو تارپیڈو لگایا جائے۔ ہندوستان کے بے زبان باشندوں کو تو اتنی فرصت تھی اور نہ وہ اس طرف مائل تھے کہ اس کمیٹی کے عزائم سے مسخر ہو جاتے۔ سپرو کمیٹی سے متعلق مسلم لیگ کے اعتراضات پر تفصیل سے بحث کرنا ہم ضروری نہیں سمجھتے۔ اس کے علاوہ اب جبکہ کمیٹی مذکور کی سفارشات منظر عام پر آگئی ہیں مسلم لیگ کے نقطۂ نظر کی جانچ پڑتال ضروری نہیں۔ سپرو کمیٹی کی سفارشات کانگریس کے ان رجحانات کے مطابق ہیں جو اس میں اگست ۱۹۴۲ء کی ناکامی کے بعد پیدا ہوئے۔ مسلم لیگ کے اندیشے حق بجانب ثابت ہو رہے ہیں۔ کئی روز سے قوم پرست اخبارات اس کمیٹی کی سفارشات کو جلی عنوانات کے ساتھ اچھال رہے ہیں۔ اس سے بلاواسطہ طور پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ سپرو کمیٹی اور کانگریس کے مابین کس قدر گہرا ربط ہے۔ لیکن یہ بات تنقید کی نظر رکھنے والوں سے نہیں چھپ سکتی کہ ان سفارشات میں کوئی اپچ نہیں ہے اور نہ ان سے باشندگان ہند کی اکثریت کو آزادی مل سکتی ہے۔ سپرو کمیٹی کے مطالبات کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ کمیٹی صوبوں میں کانگریسی وزارتوں کا دوبارہ قیام چاہتی ہے اور دوسری جماعتوں خاص کر مسلم لیگ کو ایسے مراعات دینا چاہتی ہے جو کانگریس پسند کرے۔ یہ وائسرائے کی موجودہ کونسل کو ایک قومی حکومت میں بدلنا چاہتی ہے جو مرکزی مقننہ کے آگے ذمہ دار ہو۔ اور اس غرض کے لئے قانون حکومت ہند بابت ۱۹۳۵ء میں جزوی تبدیلیاں کروانا چاہتی ہے اس غرض کے لئے کئی ہفتوں کمیٹی کے بیانات غیر ضروری تھے۔ ہم ان سربرآوردہ اصحاب سے اس سے زیادہ کوئی توقع نہیں رکھتے تھے لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ ساری سرگرمیاں کوہ کندن و کاہ برآوردن کے مترادف ہیں۔

مصالحتی کمیٹی حکومت برطانیہ سے مطالبہ کرتی ہے کہ ہندوستان کے سیاسی تعطل کو دور کرنے کے لئے حسب ذیل تدابیر اختیار کرے:-

(۱) سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا جائے

(۲) درجہ نوآبادیات کا فوری اعلان کیا جائے۔ جدید دستور کی تدوین اور تشکیل بتدریج ہوتی رہے گی۔ حکومت ہند ۱۹۳۵ء کے قانون کے مطابق چلائی جاتی رہے گی اور اس غرض کے لئے کم سے کم ضروری ترمیمات کی جائیں۔

(۳) قانون حکومت ہند بابت ۱۹۳۵ء کے تحت عوامی وزارتوں کو دوبارہ قائم کیا جائے مگر اس شرط کے ساتھ کہ مقننہ کی سب سے بڑی پارٹی کا لیڈر وزیر اعظم بنایا جائے اور اس کے لئے یہ ضروری ہو کہ مجلس وزرا میں ایسے اشخاص کو بھی شریک کرے جو مقننہ کی دوسری جماعتوں کے اعتماد کے حامل ہوں

(۴) تمام صوبوں میں خود مختاری کو بحال کرنے کے علاوہ مرکز میں ایک قومی حکومت قائم کی جائے۔

قومی حکومت سے متعلق سرتیج بہادر اور ان کے رفقائے کار دو متبادل صورتیں پیش کرتے ہیں۔ (۱) وفاق کو فوراً قیام عمل میں آئے اور ہندوستانی ریاستوں کی وفاق میں شرکت پر اصرار نہ کیا جائے۔ قانون حکومت ہند بابت ۱۹۳۵ء کے مطابق وفاقی مقننہ کے انتخابات عمل میں لائے جائیں اور وزرا کی ایک مجلس اسی شرط کے ساتھ قائم کی جائے جو صوبوں کے لئے رکھی گئی ہے۔ (۲) قانون حکومت ہند بابت ۱۹۳۵ء میں جزوی تبدیلیاں کی جائیں۔ تاکہ وائسرائے کی کونسل کی از سر نو تشکیل ہو سکے اور گورنر جنرل دستوری صدر بن جائے۔

جدید انتخابات کی ضرورت سے متعلق سپرو کمیٹی کی رائے ہے کہ اس معاملہ کو بالکلیہ ان مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے جو از سر نو قائم ہوں گی اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کمیٹی مذکور کی سفارشات اس چیز سے آگے نہیں جا رہی ہیں جو کانگریس اخبارات کے ذریعہ پیش کرتی رہی ہے۔ ذرا ان سفارشات پر گہری نظر ڈالئے۔ ہم نے ان سفارشات کو تفصیل سے اس لئے پیش کیا ہے کہ ان کی پر فریب نوعیت واضح ہو جائے۔ کانگریسی لیڈر رہا کئے جا رہے ہیں لیکن اس قابل نظارہ طریقے سے نہیں جو کانگریس چاہتی ہے تاکہ فتح مندی کی فضا پیدا ہو۔ جو لیڈر ابھی جیل میں ہیں ان کے متعلق یہ توقع کی جا رہی ہے کہ چند ہفتوں میں رہا کر دئے جائیں گے۔ عوامی وزارتوں کے دوبارہ قیام کا مطالبہ غیر ضروری ہے کیونکہ وزیر ہند نے یقین دلایا ہے کہ ان صوبوں میں ذمہ دارانہ حکومتوں کے قیام کی کوشش پر ہمدردانہ نظر ڈالی جائے گی جہاں نظم و نسق دفعہ (۹۳) قانون حکومت ہند بابت ۱۹۳۵ء کے تحت چلایا جا رہا ہے۔ وزیر ہند کی اس روش سے اختلاف کرنے کی ہمارے پاس کافی وجوہ ہیں تاہم سپرو کمیٹی کا یہ مطالبہ بے معنی ہے۔ ان تجاویز کا اہم ترین جزو وہ ہے جو مرکز سے متعلق ہے۔ کمیٹی وفاقی حکومت کا قیام چاہتی ہے لیکن عوام کو وفاقی دستور سے جو فائدہ پہنچنا چاہئے اس سے چشم پوشی کر لیتی ہے۔ اگر ان تجاویز کو حکومت برطانیہ قبول کرے تو مرکزی حکومت کی تشکیل کا فیصلہ یا تو وہ صوبہ واری مجالس مقننہ کریں گی جن پر کانگریس کا تسلط ہوگا یا موجودہ مرکزی اسمبلی جو فرسودہ ہو چکی ہے۔ بظاہر اس میں کوئی نقصان نظر نہیں آتا لیکن اگر صوبہ واری مجالس مقننہ اور مرکزی مقننہ کی ساخت پر ایک گہری نظر ڈالی جائے اور اس حق رائے دہی کی وسعت کو ملحوظ رکھا جائے جس پر صوبہ واری اور مرکزی مقننہ مبنی ہیں تو وہ فریب بے نقاب ہو جائے گا جس میں سپرو کمیٹی ملک کو مبتلا کرنا چاہتی ہے۔ آئندہ دستور اور انتخابات کو صوبوں اور مرکز کی ان حکومتوں کے رحم و کرم پر چھوڑا جا رہا ہے جن پر اونچے طبقے کے افراد مسلط ہوں گے۔ ہم اس بات کا اعادہ ایک بار پھر ضروری سمجھتے ہیں کہ صوبہ واری مجالس مقننہ اور مرکزی اسمبلی آبادی کی صرف [illegible] فی صد سے زیادہ حصے کی نمائندگی نہیں کرتیں۔ صرف وہی افراد جو ایک خاص معیار سے زیادہ جائداد رکھتے ہیں یا تعلیم کے متعلق کوئی خاص قابلیت رکھتے ہیں ووٹ دے سکتے ہیں۔ سپرو کمیٹی کی تجاویز ایک ترقی پسند کی نہیں ہیں اور یہ چیز مہاسبھا سے تک چھپ نہ سکی۔ مقصد جیسے ملک کا [illegible] باشندوں کو حق رائے دہی سے محروم رکھ کر اعلیٰ طبقوں کے مفادات حاصل کئے جائیں۔ (انڈین [illegible])

ہر قوم کی معاشرت اور ثقافت کی ترقی خود ارادیت میں مضمر ہے

از

آر گنیت راؤ - بیدر نوائی

ہندوستان کی موجودہ صورت حال میں تبدیلی اس وقت ممکن ہے جبکہ ایک اطمینان بخش دستور جو جملہ اقوام کے لئے قابل قبول ہو مرتب کیا جائے۔ ہمارا فریضہ ہے کہ موجودہ معاشی حالات کی اساسی اصولوں کو واضح کر دیا جائے اور دستور کو مرتب کرتے وقت اس امر کو پیش نظر رکھا جائے کہ جملہ اقوام کے حق خود ارادیت کو تسلیم کر لیا جائے تاکہ ہر قوم کو معاشی اور ثقافتی ارتقا کا موقع حاصل رہے اور آخر میں وفاقی ریاستوں کے مسائل کو حقائق کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی جائے۔

کوئی دستور جو معاشی مسائل کے بنیادی اصولوں کو واضح اور صحیح الفاظ میں پیش نہ کرے عوام کے لئے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ چند لوگوں کی منفعت کے لئے اکثریت کے مفادات کا گلا گھونٹا جائے۔ قومیت کے تحت غیر منطقی خیالات کی مقبولیت و نیز توہمات و تعصبات کو یکلخت ختم کر دیا جائے کیونکہ قومی اتحاد کے تصور کو تصور آزادی پر ترجیح دی جا رہی ہے۔ حالانکہ تاریخ نے ہمیں بتلایا ہے کہ کسی خاص قوم کی آزادی دوسروں کی پوری آزادی کو کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے متحدہ قومیت کے مشغول اور اشتراک عمل کے قومیت کے محدود تصورات سے پرے ہٹ کر حق خود ارادیت کے صحیح مفہوم کو عوام کے ذہن نشین کیا جائے تاکہ وہ سمجھ سکیں کہ ہر قوم کی ثقافت اور معاشرت کی ترقی کا راز حق خود ارادیت میں مضمر ہے۔

متحدہ قومیت کے دعویداروں نے گزشتہ دو سو سال سے جو تجربے حاصل کئے ان کا ماحصل انگریزی قومیت کی موجودہ اخلاقی پستی ہے۔ اور وہ اخلاقی پستی سے ایسی وقت چھٹکارا پائیں گے جبکہ ہند کی موجودہ سیاسی پیچیدگیوں کو ایک نئے زاویہ نگاہ سے سلجھانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن اگر وہ متنازعہ قومیت کی جلد بندیوں میں پھنسے ہوئے رہیں تو یہ ناممکن ہے کہ وہ موجودہ تعطل کو حل کرنے میں کامیاب ہوں محض قومی اتحاد اور قومی حکومت جو حق خود ارادیت اور ترقی پسند مطالبات کی نفی کرتے ہیں ہندوستان کے منتشر عناصر کو یکجا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

کانگریس کے ایک قومی نظریہ کے خلاف عوام میں مختلف لٹریچر اور پمفلٹ تقسیم کیا جائے تاکہ قومیت کے نقائص اور سیاسی تقاضے عوام پر آشکارا ہوں۔ اور عوام میں اس کا کافی پروپگنڈہ کیا جائے کہ قومی حکومت سے مراد ایک ایسی حکومت جو برطانوی حکومت کے بجائے ویسی حکومت ہو جو پارلیمانی طرز پر قائم کی گئی ہو اور جس میں اکثریت برسر اقتدار ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان میں بسنے والی جملہ اقوام پر صرف ایک قوم جس کی نمائندگی صحیح معنوں میں کانگریس کو ہے اور جس میں چند مسلم لیکن رام راج کے صحیح معنوں سے ناواقف قوم پرست مسلمان بھی شریک ہیں کے رحم و کرم پر جینا ہوگا۔ اور عوام میں اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے کے لئے عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ مسٹر جناح قربانی سے گریز کرتے ہیں۔ سچ ہے جس ملک میں سیاسی شعور تو کجا خود شعوری کا بھی فقدان ہو وہاں یہ پروپگنڈہ زیادہ کارآمد ثابت ہوتا ہے لیکن جوں جوں عوام میں شعور بڑھتا جا رہا ہے وہ پاکستان اور اس کے مضمرات پر ٹھنڈے دل سے غور کر رہے ہیں۔ ہر اسلامی فلسفہ کا طالب علم جانتا ہے کہ اسلام میں دو قسم کی قربانی جائز ہے ایک مالی اور دوسری جسمانی فی اللہ کی حد تک۔ ایک مخالف بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ قائد اعظم نے مسلم قوم کو منظم کرنے کے لئے جس قدر کی مالی قربانی کی ہے اور وقت آنے پر قائد اعظم جیل کی سلاخوں کو توڑنے اور خود کو ایک سچے محب وطن ثابت کرنے میں پیش پیش رہیں گے بے وقت کی قربانی کی تجویزات جو کانگریس نے پیش کی ہیں وہ قائد اعظم سے مخفی نہیں ہیں اور ساتھ ہی کانگریس کو صرف برطانیہ سے مقابلہ کرنا ہے لیکن مسلم لیگ کو کانگریس اور برطانیہ دونوں سے ٹکر لینا ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قوم پرست ہندو ذہنیت کے سیاسی قائدین کے بے عمل نعروں سے چاہے وہ فرقہ پرست کانگریس میں ہوں یا ہندو مہاسبھا میں پاکستان کو تقویت پہنچی۔ پاکستان ہندوؤں کی تنگ نظری کا رد عمل ہے اور راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں مہاتما گاندھی کا ایک نشست کے لئے مسلمانوں کو محروم کرنے کی قیمت کانگریس کو ادا کرنی پڑ رہی ہے ——

ویسے ہی کیوں نہ ہو۔

مختصر یہ کہ ہندوستان کے حالات اس منزل پر پہنچ گئے ہیں جہاں اس میں ایک نمایاں تبدیلی کی ضرورت ہے اور اگر یہ تبدیلی طبعی بہاؤ اور توازن کی پرامن زندگی ایک زبردست خطرہ میں پڑ جائیگی اس لئے ہندوستان میں آزاد مملکتوں کا قیام ہی مختلف اقوام کو رشتہ اتحاد میں منسلک کر سکتا ہے اور ایسے دستور میں تمام اشیاء کی پیداوار اور ان کی تقسیم سے متعلق ایک نیا انتظام [illegible] ہی وہ [illegible] غلام آبادی کی آزادی کا امکان [illegible] ہندوستان کا پیدائشی حق خلاصی ہے۔

"اتحادی غلہ گودام"

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

بدولت اکثر صورتوں میں چھوٹے کسان قرض کے پھندے سے مدت العمر نکلنے نہیں پاتے۔ ورنہ مقروضیت کی ابتدا بھی لین دین سے نہیں بلکہ زیادہ تر اجناس کے داد و ستد سے شروع ہوتی ہے۔ اس خصوص میں محکمہ ہمارے مشورے سے جو اقدام کیا ہے وہ قابل مبارکباد ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اگر سرکاری اور غیر سرکاری حلقوں نے خلوص اور توجہ سے ان گوداموں کے قیام میں دلچسپی لی تو تین چار سال کے قلیل عرصہ میں وقت کے گوشہ گوشہ میں غلہ گودام کو میابی کے ساتھ کام کرتے ہوئے اہل دیہہ کے لئے ذخیرہ اناج [illegible] کی تقسیم میں ہموار [illegible] سے کام لیا گیا تو یہ نہیں کہ یہ انجمنیں ہرگاؤں کو مقروضیت کے اس بنیادی سبب سے جو ہر سال تنہا اور مشترکہ صورت میں رونما ہوتا ہے نجات دلاتی ہیں۔ نقدی قرضہ کی اتحادی انجمنوں کے مقابلہ میں غلہ گودام بدرجہا زیادہ مفید ثابت ہو سکتے ہیں اس لئے کہ گاؤں والے ان کے طریقہ کار اور فوائد کی اہمیت کو جلد سمجھ سکتے ہیں۔ اتحادی انجمنیں اہل دیہہ میں روشن خیالی کفایت شعاری اور ترقی پسندی پیدا کرنے میں جیسے کچھ مفید ثابت ہو سکتی ہیں اس کا مقابلہ کوئی دوسری تحریک یا تنظیم نہیں کر سکتی گذشتہ تیس سالوں میں نقدی قرضہ کی اتحادی انجمنوں نے ملک کی جو فائدہ پہنچایا ہے اس سے کہیں زیادہ ان غلہ گوداموں کی بدولت چار پانچ سال کے مختصر عرصہ میں کاشتکار طبقہ کی معاشی حفاظت کا سامان مہیا کیا جا سکتا ہے۔ ان غلہ گوداموں کے ذریعہ کاشتکار میں کفایت شعاری سادہ زندگی اور اپنی آپ ہی مدد کرنے کا شعور پیدا ہو جائے تو وہ دن دور نہیں کہ صرف اناج اور تخم ہی کا لین دین کریں گے بلکہ کھاد اور دیگر زراعتی اور معاشرتی ضروریات کی فراہمی کے علاوہ پیداوار کی اچھی قیمتوں پر اس کو فروخت بھی انجام دے سکیں گے۔ سرکار عالی کے اس تصفیہ کی ہم قدر کرتے ہیں کہ غلہ گوداموں کی ہدایت کے

(بقیہ صفحہ ۱۰)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بالآخر نتیجہ — کمیٹی نے اب اکھنڈ ہندوستان کا نعرہ بلند کیا ہے۔ سر تیج بہادر سپرو اور اُن کے حواری اتحاد کے انجمن میں سبھائیوں کے گروہ میں جا ملے۔ اگر مسلمان سپرو کمیٹی کی سفارشوں کو نہ مانیں ... کا پہلے ہی سے ڈر تھا چنانچہ اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے حکومت برطانیہ سے درخواست کی گئی ہے کہ اگر اس ملک کی جماعتیں آپس میں سمجھوتہ نہ کریں تو سپرو کمیٹی کی تجاویز کی بنیاد پر ایک دستور مرتب کر کے نافذ کر دیا جائے۔ ان قانونی پنڈتوں کی غیرت کو گوارا ہے کہ سرکار برطانیہ کے آستانہ پر جبین سائی کریں مگر اپنے بھائیوں کا جائز حق مان لینا گوارا نہیں۔ (نوی جنگ)

ایک مراسلہ نگار نے دریافت کیا ہے کہ:— "ریڈی میڈ" لباس فروخت کرنے والوں کو کپڑا کہاں سے ملتا ہے اور ایسے لباس کی قیمتوں پر نگرانی کیوں نہیں قائم کی گئی؟ —

اس کا ریڈی میڈ جواب یا تو مسٹر ہیلوے دے سکتے ہیں یا اُن کا پروپگنڈہ کرنے والی نیوز ایجنسی یعنی اسوسی ایٹیڈ پریس۔

مسٹر ہیلوے نے بھر گنی کے ڈپو کا افتتاح کرتے ہوئے عام صارفین کو تلقین کی کہ وہ صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیں۔

شکر ہے کہ اگر کرتے یا پیجامہ کے لئے کپڑا نہیں ملتا تو کفن کے لئے ضرور مل جائے گا۔ خیر صاحب! یہ بھی غنیمت ہے۔

دو آزاد خیال دوستوں کا مکالمہ

عبدالرحیم — حیدرآباد کا سیاسی نصب العین کیا ہے؟

کشن داس — سوال مغالطہ آمیز ہے۔ حیدرآباد فی نفسہ کوئی خاص چیز نہیں بلکہ وہ مشتمل ہے مختلف عناصر پر مثلاً ذات شاہانہ، ریذیڈنسی، حکومت سرکار عالی، ہندو سرمایہ دار، مسلم لیڈر، اور بے زبان عوام۔ اور ہر عنصر کا سیاسی نصب العین جدا ہے۔ حضرت بندگان عالی کا نصب العین یہ ہے کہ حیدرآباد ایک آزاد اور خود مختار مملکت کی حیثیت سے قائم رہ کر رعایا کی ذہنی، معاشی اور معاشرتی ترقی کے لئے کوشاں ہو۔ ریذیڈنسی کا نصب العین یہ ہے کہ حیدرآباد برطانوی اثر و تسلط سے آزاد ہونے نہ پائے۔ ہندو سرمایہ دار کا نصب العین یہ ہے کہ اپنے معاشی اقتدار اور اپنے مفادات حاصلہ کی حفاظت کے لئے ذمہ دارانہ حکومت کے نام سے سیاسی اقتدار حاصل کرے۔ مسلم لیڈر کا نصب العین یہ ہے کہ مرعوب کن بیانات اور تقاریر کے ذریعہ حکومت پر اپنے اثرات قائم کرے۔ اور حکومت کا نصب العین یہ ہے کہ متذکرہ صدر تمام عناصر کو خوش رکھے۔

عبدالرحیم — اور عوام کا سیاسی نصب العین؟

کشن داس — وہ غریب تو بے زبان ہیں۔ منشائے خسروی کے تحت حکومت ہی ان کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ لیڈروں کو ان کی فلاح و بہبود سے کوئی واسطہ نہیں صرف ان کے نام سے واسطہ ہے۔

عبدالرحیم — اس گفتگو میں ہندو لیڈر کا کہیں ذکر نہیں آیا صرف ہندو سرمایہ دار کا ذکر آیا ہے۔

کشن داس — وہ ایک جان دو قالب ہیں۔

عبدالرحیم — بہ لحاظ مجموعی تو بڑی بھیانک ہے۔ کیا ایسی کوئی جماعت نہیں جو اپنے بادشاہ کے نصب العین کو اپنا نصب العین قرار دے کر اس کے لئے کوشاں ہو؟

کشن داس — جماعت کا تو علم نہیں البتہ ایسے افراد حکومت اور پبلک میں ضرور موجود ہیں لیکن وہ اپنی تدبیر کی نارسائی پر نالاں نظر آتے ہیں۔ ہر نوجوان عہدہ دار ایک نصب العین سے اپنی سرکاری زندگی شروع کرتا ہے لیکن چند سال کے بعد وہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح اپنی ترقی اور الاونس کی کوشش اور اپنے ہم عصروں کے خلاف سازشوں میں منہمک ہو جاتا ہے۔ پبلک لیڈر کی ابتدا بلند آہنگ اور انتہا پشیمانی۔

عبدالرحیم — آخر اس کا علاج؟

کشن داس — سرمایہ داروں کے چنگل سے مستاجرین اور صارفین کو نجات دلا کر منشائے خسروی کے تحت خود حکومت ان کی تجارت حاصل کرے اور اپنے منشا کے مطابق واقعی ایک سوشل سروس اسٹیٹ قائم کرے۔

عبدالرحیم — مگر قاضی عبدالغفار صاحب کو اس حل سے اختلاف ہے۔

کشن داس — اس کا علاج اب آپ ہی سوچئے۔

سپرو کا مقصد رام راج زیر نام راج قائم کرنا ہے۔ (عصر جدید کلکتہ)

بولو! برطانوی سامراج کی جے!!

اسوسی ایٹیڈ پریس کا بیان ہے کہ گاندھی جی نے بمبئی میں عبادت کے دوران میں عوام کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ ستیاگرہ صرف ایک لائحہ عمل نہیں بلکہ وہ ان کا مسلک ہے۔ اس کے ذریعہ وہ خدا کے روبرو ہو سکیں گے۔ اگر ستیاگرہ کی یہ قوت ہے تو سیاسی سوراج ایک انتہائی سادہ معاملہ ہے۔

مگر عمر نوح کہاں سے لائیں؟

ہم مجلس اتحاد المسلمین کے قائدین کو مشورہ دیں گے کہ وہ اپنی قوتوں کو حکومت کی موجودہ منسٹری کو بدلنے میں صرف کریں۔ اشخاص کی تبدیلی ہرگز منسٹری کی تبدیلی کے مرادف نہیں۔ ...... اگر سسٹم میں تبدیلی ہو تو حالات بھی لازماً بدل جائیں گے لیکن قرض خدمت یہ ہے کہ اگر ایک ایسا سسٹم بنے اشخاص کے ہاتھ میں دیا جائے تو نتیجہ ابتری کے سوا کچھ نہیں۔ ضرورت کیرکٹر پیدا کرنے کی ہے جو ہمارے بیشتر پبلک کارکنوں میں مفقود ہے۔

مصالحت کے نام سے حق خود ارادیت کی مخالفت

سپرو کمیٹی کی مہاسبھائی ذہنیت

از

گنگا دھر ادھیکاری

پچھلے ہفتہ سپرو کمیٹی نے دلّی سے [illegible] کے نام لندن ایک تار روانہ کیا تھا۔ اب اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ کی بنیادی تجویزیں شائع کر دی ہیں۔ اس رپورٹ میں کوئی ایسی تجویز نہیں ہے جس سے کانگریس اور لیگ میں سمجھوتہ ہو اور موجودہ تعطل کو دور کرنے کے لئے برطانوی حکومت کو مجبور کر سکیں۔

اس رپورٹ میں مسلمانوں کے حق خود ارادیت کی مخالفت کی گئی ہے اور برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ اگر مسلمان ان کی سفارشوں کو قبول نہ کریں تو وہ اپنے اختیارات سے کام لے کر [illegible] ہندوستان میں نافذ کرے۔ یہ ہیں مختصر لفظوں میں اس رپورٹ کے خدوخال!

لیکن خوشی کی بات ہے کہ یہ اس کمیٹی کی متفق رپورٹ نہیں ہے۔ مزدوروں کے مشہور رہنما مسٹر این ام جوشی نے اس رپورٹ سے اختلاف ظاہر کیا ہے۔ مسٹر جوشی نے مسلمانوں کے حق خود ارادیت کی حمایت کی ہے۔ اسی طرح کمیٹی کے دو ممبروں سر ایچ پی مودی اور ڈاکٹر متھائی نے بھی رپورٹ سے اختلاف کیا ہے اور ایک دستاویز مرتب کی ہے جس میں حق خود اختیاری اور مسلم اکثریت کے علاقوں کو خود مختاری دینے کے مسئلہ پر مدلل بحث کی گئی ہے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ ہندوستان کے شمال مغرب اور مشرق کے پاکستانی علاقے معاشی اعتبار سے اپنی کفالت آپ کر سکیں گے مگر اس بات کی ضرورت پھر بھی قائم رہے گی کہ ان پاکستانی علاقوں میں اور ہندوستان کے باقی علاقوں میں ملکی بچاؤ اور معاشی تعمیر کے لئے پورا پورا تعاون ہو۔

لیکن سپرو کمیٹی میں ڈاکٹر جیکر اور جگدیش پرشاد جیسے لوگوں کی اکثریت تھی جو واضح ہندو سبھائی عقیدہ کے رنگ میں ہیں۔ ان لوگوں نے مسٹر این ایم جوشی، سر مودی اور ڈاکٹر متھائی کی باتوں پر کوئی دھیان نہیں دیا۔

اب دیکھئے اس رپورٹ کی تجویزیں کیا ہیں

پہلی تجویز یہ ہے کہ ایک دستور ساز مجلس بنائی جائے اس کی بنیاد انھوں نے کرپس کی سفارشوں پر رکھی ہے۔ اس دستور ساز مجلس کے نمائندوں کو موجودہ صوبائی مجالس قانون ساز منتخب کریں گی۔ اس دستور ساز مجلس کے ممبروں کی تعداد ۱۶۰ ہوگی۔ ہندو (اچھوتوں کو شامل نہیں کیا گیا ہے) [illegible] اچھوت، سکھ [illegible] اور دیسی عیسائی [illegible] ہوں گے۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کی تعداد برابر رکھی گئی ہے مگر شرط یہ ہے کہ سپرو کمیٹی کے مطابق مسلمان مخلوط انتخاب قبول کریں۔

اس دستور ساز مجلس میں اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکے گا جب تک کہ ممبروں میں تین چوتھائی اس کی حمایت نہ کریں۔ چونکہ مسلم ممبروں کی تعداد ایک چوتھائی سے زیادہ ہے اس لئے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمان مل کر جس بات کی مخالفت کریں گے وہ بھی منظور نہ ہو سکے گی۔

اس دستور ساز مجلس کو سپرو کمیٹی نے کچھ مشورے بھی دئے ہیں۔ مثلاً یہ مشورہ دیا ہے کہ مسلمانوں کی آزاد اور خود مختار ریاست قائم کرنے کا مطالبہ مسترد کر دیا جائے۔ کسی صوبہ کو اتحاد ہند سے الگ ہونے کا حق نہ دیا جائے۔ شاید کہا جائے کہ یہ تو اس کمیٹی کے مشورے ہیں دستور ساز مجلس اگر چاہے تو انہیں منظور نہ کرے۔ لیکن حقیقت کیا ہے!

دستور ساز مجلس کی تشکیل ایسی کی گئی ہے اس میں یہ بالکل ممکن ہوگا کہ مثلاً کانگریس اگر چاہے تو ہندو مہاسبھا، سکھ، اچھوت اور کچھ مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر مسلمانوں کے حق خود ارادیت کے مطالبہ کو مسترد کر دے۔ اور انہیں مسلم اکثریت کے علاقوں میں آزاد ریاستیں قائم نہ کرنے دے۔ اسی فیصدی مسلمان مل کر اگر حق خود ارادیت کا مطالبہ کریں تو بھی وہ مجلس اسے نامنظور کر سکتی ہے۔

اس کے برعکس فرض کیجئے کانگریس مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو مان لیتی ہے اور مسلم لیگ اور کانگریس میں اتحاد ہو جاتا ہے۔ پھر بھی ہندو مہاسبھا، سکھ اور اچھوت مل کر اس اتحاد میں کھنڈت ڈال سکتے ہیں۔

غرضیکہ یہ دستور ساز مجلس اس ترکیب سے بنائی جائے گی کہ حق خود ارادیت اور پاکستان کے مسئلہ پر کوئی متفقہ فیصلہ نہ ہو سکے۔ سپرو کمیٹی کی یہ ساری چال ہے۔ مگر جب کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہوگا تو پھر کیا؟ ایسے موقعوں کے لئے سپرو کمیٹی کی تجویز ہے کہ حکومت برطانیہ اپنا فیصلہ نافذ کرے!

دوسرے لفظوں میں سپرو کمیٹی کی رپورٹ میں مسلمانوں کو دھمکی دی گئی ہے کہ ہندوستان کے متحدہ دستور کا جو خاکہ ہم پیش کرتے ہیں اسے چپ چاپ مان لو ورنہ ہم سرکار برطانیہ سے کہیں گے کہ اس سے بھی زیادہ سخت شرطیں عائد کر دے۔ ایسی خطرناک تجویز کو مسٹر تیج بہادر سپرو "مصالحت" کا نام دیتے ہیں!

سپرو کمیٹی نے متحدہ ہند کے دستور کے بارے میں یہ تجویز کی ہے جس میں باقی اختیارات صوبوں کو دئے جائیں گے۔ مرکز کے اختیارات بہت محدود ہوں گے اور ان کا تعلق ایسے معاملات سے ہوگا جو سارے ہندوستان میں مشترک ہیں۔ مثلاً دفاع، تجارت وغیرہ۔

ہندوستان کی متحدہ ریاست اس تجویز کے مطابق ایک صدر اور دو قانون ساز مجلسوں پر مشتمل ہوگی۔ صدر کے [illegible] سپرو کمیٹی نے [illegible] شہنشاہ کو بحال رکھا ہے۔ وہ تاج برطانیہ کا نمائندہ ہوگا۔ اور اگر تاج برطانیہ سے ہندوستان کا تعلق باقی نہ رہے تو وہ کسی دیسی ریاست کا بادشاہ ہوگا۔ جسے دونوں قانون ساز مجلسیں مل کر منتخب کریں گی۔ اس کے سوا سپرو کمیٹی نے ریاستوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا ہے۔

مسلمان ایک متحدہ وفاقی ریاست کے مخالف ہیں کیونکہ اس میں ہندوؤں کی اکثریت ہوگی۔ مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے لئے سپرو کمیٹی کی سفارش ہے کہ مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں اور ہندوؤں کی تعداد برابر ہوگی بشرطیکہ مسلمان مخلوط انتخاب مان لیں۔ تب ہی ان کی نشستیں محفوظ ہوں گی۔

ظاہر ہے کہ مسلم لیگ اس تجویز کو ہرگز قبول نہ کرے گی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ حالات میں مخلوط انتخاب سے مسلمانوں کی حق تلفی ہوگی کیونکہ آج کل مخلوط انتخاب کے ذریعہ ایسے مسلمان منتخب ہو سکیں گے جنہیں مسلم لیگ سے کوئی تعلق نہیں اور جنہیں عام مسلمانوں کا اعتماد حاصل نہیں۔ مسلم لیگ کے امیدوار جنہیں عام مسلمانوں کا اعتماد حاصل ہے ہرگز مخلوط انتخابات کے ذریعہ منتخب نہیں ہو سکیں گے۔

مسٹر تیج بہادر سپرو نے اپنی کمیٹی کا نام مصالحتی کمیٹی رکھا تھا۔ لیکن اس کمیٹی نے جو تجویزیں مرتب کی ہیں ان پر اگر عمل کیا گیا تو مصالحت کے سارے دروازے بند ہو جائیں گے۔ گاندھی جی نے مسٹر جناح سے گفتگو کے دوران میں مسلمانوں کے حق خود ارادیت کے بنیادی مطالبہ کو مان لیا تھا۔ انھوں نے تسلیم کر لیا تھا کہ اگر [illegible] جائیں تو ایک [illegible] دوسرے سے علیحدہ [illegible]

بیسویں صدی

از

سلطان حیدر جوش

ہجری سنہ اور ابھی ۱۴ ویں اور بکرمی ۲۰ ویں صدی ہو۔ مگر مجھے ۲۰ ویں صدی بیسوی کو رنگین عینک سے، جس پر دنیا کی غبار چڑھا ہوا ہے، دیکھنا ہے۔ اس پر اگر تاریک سی ہی نظر آئے تو حیرت کیا ہے!

دیکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

بھلا یہ کون سی تک ہے کہ مسافر ایک چھوٹی گاڑی کی بھی تنگ جگہ میں، مثل مجنوں ہم جنسوں میں پڑا، دم گھٹنے جانے پر ریل کی مسلسل کھٹا پٹ سنتا، ۲۴ گھنٹے [illegible] دھکا سے کھینچا، ہوا اور [illegible] دم نہ لے سکے! ایسا سفر تو سفر عاقبت سے بھی زیادہ ناگوار ہو گیا۔ سفر عاقبت میں ایک ہی قبر اور ایک ہی وقت میں مردے پر مردہ تو نہیں ٹھونسا جاتا۔ اپنی گور میں اپنے قد و قامت کے لحاظ سے پاؤں پھیلا کر پڑا رہنا تو میسر آ جاتا ہے۔ موجودہ ریل کے سفر سے تو ۱۸ ویں صدی والا بہلی، شکرم اور اونٹ گاڑی والا سفر ہی غنیمت تھا کہ تنگ سے ہفتوں تو کر لیا جاتا تھا۔

دوران سفر پر آدمی بے آدمی سوار تو نہیں ہوا جاتا تھا! اس کے علاوہ انجن سواری کی آگ اپنے تئیں نہ ہو وہ! میں نے دنیا کی سی نادر کو بھی دیکھنے کی ہتھنی پر بڑی بیٹھے ہوئے پسند نہیں آتی تھی۔ میں تو ریل کے سفر سے پہلے ریل سے دودھ گھسوانا ہی کی سے بھرا، دوست احباب سے کہا سنا معاف کرا لینا مناسب سمجھتا ہوں۔ فرض کیجئے ریل صاحب کے سامنے سے اپنی ہی دوسری ریل نظر آئے پر سوچنا ہے کہ دونوں بڑھ جائے اور بکس دم اٹھا کر دو دو ٹکریں ہونے لگا ۔۔۔ انجن صاحب کو دم بڑھانے کی ہوا لگ جائے اور چلیں لیے بگٹٹ کو ٹھکو سے پہلے دم نہ لیں تو میں کیا ان کا کوئی کاٹ سکتا ہوں۔

دریغ کہ یہ تار کو دیکھئے ۔۔۔ یہ شاید آپ کو پسند ہو تو ہو مجھے تو۔ ادھورا کام پسند ہے نہ ادھوری بات۔ پہلے زمانے کے خط سے اس کا کیا مقابلہ؟ وہ ہر طرح مفصل و مکمل اور کیا ممکن جو بیجا اختصار ہوتا یا مطلب خبط ہو جاتا۔ خط کے بجائے مضمون کا تو کہنا ہی کیا، بلکہ خط لکھا نہیں، تو گویا دیتے پڑھ سے ڈالتے۔

کیونکہ تمہارے خط میں سر سے پیر تک اور وہ مشہور مصرعہ آل روئے گو تی کو بائیں، [illegible]

کہ اجی! اسی مقابل کو نہ ولادت کی مبارکباد منتقل مکان گھڑی ہی خبر پہونچا دو۔ لکھا تھا کہ استاد علم و ادب حسین صاحب، بذریعہ طلاق بجام العجند ست والدہ صاحبہ بند و ملیان پہونچے۔"

دہائی! ہے کہیں وہ جو کے کا خطرہ یا غلطی کی گنجائش! مضمون خط میں انقلاب، آداب، خیریت، خیر طلب، مطلب، مدعا، آداب اور لفظ۔ ایسی صراحت کے زمانے میں اگر پردیس سے لکھا ہوا خط ہوئے جو کے ڈاک کے ہیں سے جوڑ کر کی جیب میں ہی داخل دفتر ہو گیا اور اسی اثنا میں مریض آقا صاحب ہے آخر موت کے اعتبار سے سفر آخرت اختیار کرنے میں طاقت تو تیغ کیلیت کر گئے۔ تو نوکر نے نہایت اطمینان کے ساتھ لفافہ کھولا۔ خط کے اختتام پر اپنے قلم سے "کر آل کہ اب ہمارا انتقال ہو گیا ہے" بڑھایا اور ڈاک میں ڈال دیا۔

کیا حماقت ہے کہ نت نئے اور جادی بجبر کم انقلاب چھوڑ کر محض "سر" کی سرسراہٹ رہ جائے۔ یا۔ اس کو حسب عادت "مالی" اور "ڈیر" کو گھما دیا جائے اور بس؟

تحریر کی طرح تقریر میں بھی بازاری رنگ پیدا ہو گیا ہے مثلاً۔ میاں اور بیوی کی بول چال، بات چیت میں ننھے کے ابا اور ننھی کی اماں والا خطاب بلکہ صرف "وہ" کا معنی لب ریز اشارہ و پنج کہیے! اس مختصر اور شرم آمیز "وہ" میں جس قدر نخرہ پر ہیم اور رومان کوٹ کوٹ کر بھرا نظر آتا ہے۔ وہ آج کل والے "ڈارلنگ" میں بھی ہے؟ ۔۔۔ میں تو ڈارلنگ کی بھرمار سے بیزار ہو گیا ہوں۔ رستوران ہو یا ہوٹل، ریکریشن روم ہو یا ڈائننگ کار، سفر ہو یا حضر، جہاں دیکھو ڈارلنگ کا جوڑا غٹرغوں کر رہا ہے۔ مجھے تو مستقبل اس قدر تاریک معلوم ہوتا ہے کہ کہیں ہمارا پیارا ملک ڈارلنگستان ہی نہ بن جائے۔

ٹیلی فون کی نہ پوچھئے۔ اس تو مجھے نفرت، ویرینہ سے۔ ٹیلی فون پر بات چیت ایسی ہے جیسے پتنگ پونک کا کھیل۔ کہو اور سنو، سنو اور کہو۔ نہ کھانے کی مدت نہ کھنکھارنے کا پاس لحاظ۔ ٹرٹر کرا سی! آخر ایسی عجلت کیا؟ دھکا پیل میں

خوبی ہے۔ یا مجھے کاکش بیٹھے بیٹھے ستا ستا کر دیر لگانے میں لطف ہے۔ مجھے تو آپ کون ہیں؟ کہاں سے بولتے ہیں؟ کی تکرار بے سود شرمناک معلوم ہوتی۔ بہرحال میں نے جیسے اس سے گریز کی۔ ایک مرتبہ بیگم نے کو اپنی مطلب کا نمبر بتانے اور سلسلہ ملانے ہی ٹو ٹو شروع کر دی۔

"میں آپ سے ملنے کو بیتاب ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟" جواب ملا۔

"تاکہ میں تو ماجرائے درد دل"

"کیا کہا؟"

"میں چھند ماہ نہیں۔ کسی کو ما صاحب سے بنا کر اور جو تو روانی سے بے حس لگا کر"

"کون بولتا ہے! بدمعاش۔ ڈیم فول ۔۔۔۔۔"

ارے مارڈالا ظالم۔ یہ تو ڈیمی کلشنر تھے! ایسا ٹیلی فون پر جس میں ایسی خطرناک غلطیاں ممکن ہوں۔

دوا دارو بھی نئی نکلی ہے۔ بیٹریز رہی مگر مریض موت سے پھر بھی نہ بچ سکا۔ دو تین گھنٹے بعد دوا کی خوراک، دن میں کئی دفعہ گولیاں، رات کو سوتے وقت سالٹ کا گلاس؛ دوا کا استعمال بجائے خود ایک مرض ہو گیا ہے اور ہدایت استعمال وبال جان بن گئی۔ میرے نقل کل ملازم صاحب جو بیمار ہو کر بخار میں مبتلا ہوئے اور شفاخانہ سے دوا لائے تو ہفتے بھر کے ناکام ہو گئے۔ چونکہ وہ مہینہ ختم ہونے سے تین دن پہلے ہی اپنے مہینے کی تنخواہ پیشگی لے چکے تھے۔ اور پہلے درجے کے کام چور وحیلہ ساز بھی تھے۔ مجھے ان کے قبل از وقت دم چلانے اور مہینہ پورا کام کرنے سے ہی مر جانے کا اندیشہ پیدا ہو ضروری تھا۔ مجبور ہو کر ان کے کوارٹر پہنچا تو معلوم ہوا کہ بلا فصل زندہ تو ہیں مگر سخت شاکی ہیں۔ شفاخانے سے جو دوا کی شیشی لی تھی اس پر

کوئی لیبل چپکا ہوا تھا۔ ملازم صاحب موصوف نے اس ہدایت کی تعمیل شروع کی، تو اس طرح خوراک پینے سے پہلے دو آدمی ان کو پکڑتے اور ایسا ایسا ہلاتے کہ بس دم ساہ نکل جائے۔ دو تین دن تک ساری پسلیاں ہل گئیں اور ہلانے والوں کی جبر سے بخار اتر گیا مگر وہ ادھ موئے ہو گئے۔ وہ بات کہاں کی بات پھر بیگم یا جس کو دیکھو اور پہچان کر ایک قسم پیالہ دوا اور غذا دونوں سے دن بھر کی چھٹی۔ بیماری کی دوا، وہ تک ساقی ہی تو اور ہاں پسلیاں تو نہیں، ہیں اور جان تو یہ تو جرائی ہے کہ غضب ہی ڈھا دیا۔ جس کی ماسوائے نبض ہو بول دیا بیٹے کی بیزاری تک بیٹھ کر دی۔ پیالہ کے پیٹے والی موتی بنا رہے۔ دیکھنے والوں میں ہیرے ڈالے ساتھی کی بھرمار [illegible] ہی اور نہیں کیں بلکہ اس کو کشادہ دیا۔ ابھی تک کہ اگر تو اور مجبوری میں تیس کو بیماری کے بند دو تکا کر سر تو پھر کیا ہوا مجنوں بنا دیا! مصنوعی رونق اور

داڑھی کو بھی بنا دیجئے تو ایک آن نہیں جاتی۔ آپ جانتے اور دیکھتے ہیں۔ مگر بعض اوقات آپ کو بھی افسوس ناک دوسرا کام ہو جانے کا احتمال ہوتا ہوگا۔

عورت سے پردہ چاک کیا تو گھونگھٹ کی سرحد بھی کاٹ ڈالی، اور بہنے والا "سٹ کو سرخا" بھی آیا۔ پھیکا شادی بھی دیکھو بھال اور ملوک بگاڑ کر بھولے تھی۔ مگر اس پر زندگی کے لذت حیات ارزاں کر دیا وہ پرانی تہذیب اور دیدہ صورت کا تخیل! وہ وحشی ہوتی عاشقی کے شب اول میں پیار کا مرنے دیکھنا بیچ عمل کے اندیشے اور نامہ برے بار بار خال وخد کی تحقیقات زندگی میں راحت تھی اور روح میں تڑپ!! اب نہ وہ روپ ہے نہ وہ عشق جانبازی! شادی بھی بازاری سودا ہو گیا نہیں اور بھی۔ اور نہیں اور بھی۔

عورت اگر مرد کی "نصف بہتر" رہ گئی تو مرد بھی عورت کا حریف نا گفتہ بہ بن گیا ۱۹ویں صدی کا امرد مرد بننے کے سولھویں سترھویں سال سے ہی الف ہونے لگتا تھا مگر ۲۰ویں صدی کا مرد بیسیوں امرد ہی بنا رہنا چاہتے اور کہو تو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فرماتے ہیں اگر مردانیت کی علامت داڑھی ہوتی تو مرد کو خسر کہتے! اور موچھیں ہوتیں تو "جنبد" کہتے! مگر مرد کو تو مرد کہتے ہیں۔ مرد کو!

افسوس ہے کہ اس ذہنیت نے داڑھی کو کھو دیا اور پایا کچھ بھی نہیں سوا اس کے کہ داڑھی کیا ہے۔ مردانیت کا طرۂ امتیاز کم رہ گئی یہ تاز اور وقار کی شان زوال تمکنت کی جھالر اور بھول! تو کب انجام اس سے زیادہ بد انجام! حجام کو خلیفہ بنا دینے کی ترکیب ۔۔۔ عجیب!

ایسی عجیب صفات کو کھو دینا عقلمندی نہیں تو اور کیا ہے؟ وہ تھی ۔۔۔

عزت تھی وہ تو گیا، آبرو تھی
داڑھی کو ہم پہ قیامت گزر گئی

گریجوئیٹوں سے تو بچے جنس ختم ہو گیا ہے۔ مرد سے جو ۔۔۔ بھڑ لیجئے اور منگ ۔۔۔ وہی آواز وہی تال وہی ۔۔۔ بچی دہی ۔۔۔ چڑھاؤ۔ سنتے سنتے نفرت نہ ہو تو انسانیت میں شب ہونے لگے۔ گانے والی کی آواز بعد گانے والے کے ساتھ مردوں کی دولت لٹ گئی۔ وہ تان پلٹوں کے ساتھ چشم و ابرو کے کرشمے وہ آستانہ جی کی سادگی پہ کھینچ تان وہ عمل جی کے ڈکن پر اور پر جو جانے والے مرد تھے۔ اور وہ سم پر تمام طبلے کا سر درد ۔۔۔ دست و پاسے ایک عجیب سا جھٹکا، بھلا پینگر کرنے والا انسان کہاں اور گرامو فون کی وہی یکساں تانیں تانیں کہاں!

ریڈیو کا تو جواد ہی نرالا ہے، یہ تو ڈالنے کے نقوش اصل الاصوات کو زندہ مجاب خانہ ہے یہاں چلیے والد کرنا درست اور ادیب کو نقل کنت کیا جاتا ہے بسٹن! ۔۔۔ کر اس منتشرمی میں دہری تاریخ

حاصل ہے۔ ہو گریوا کارو میں۔ نفس غیر شعوری کو جسم کی اوپر ہو عقل کو بنا دیں تب اس نکتہ تک پہنچے سے پہنچ کر ہاں اور گا ہو تو ہے۔ نہیں کوئی اصطلاحیں وہ جیتی زبان بتانے اور منہ دیکھنے کو امتیاز ربط ترکیب نہیں۔ آدمی تو حاصل ہے جس قوم کا ساتھ کو بھارت ورشیں ادب ہی آزاد ہو جاتے تو دیکھی کر سکے کرم ماتک، اور جنوں نے جانور اس پر اپنا فاصلے میں پیدا ہو گئے ہیں۔ خدا کو دوست آگر علامہ شبلی یا محمد حسین آزاد آج زندہ ہوتے تو ریڈیو کے ذریعے ان کی زبان و کلام کی بھی جگہ جاتی اسی نجاست بنا کر دوسرے زبان وقف ہوا ہو جاتا۔ اے واہ رے ریڈیو گھر۔

اس صدی میں اب تک وہ عالمگیر جنگیں تو ہو چکیں اور خدا جانے چاہا۔ تو ہنوز کی امید تو شیڈ باقی ہے۔ ہر مرتبہ معلوم ہوتا تھا کہ بھارت ورشیں جوڑ کرتا اور اوہ ہوئے دانے سا کے ساتھ تو ہزاروں کے گنگا مائی کی جے پکارے ہوئے زندہ ہو گئے بھارت ورشیں کی آزادی کی گھڑی کمک کا اعلان ہوا گیا مگر آخر میں وہی ڈھاک کے تین پات! البتہ ہوئی اور پاکھنڈ کے گنگا خوب خوب لڑ گیا۔ اکثر دہوتی نے پاجامے کا کمربند دہر کسیا اور کبھی کبھار پاجامے نے دہوتی کی کاچھ نکال لی۔ اس کے ساتھ ہی بازار کا نرخ سود کے پہلے والا ہنڈولا بن گیا بر نرخ چونی چونی ہوتی رہی۔ اور اوپر وست و بالا ہوا گیا۔ گیہوں ایک زمانے میں سیر کا کھلایا تو دوسرے زمانے میں ڈھائی سیر کا کھایا۔ سونا ایک وقت سترہ روپے تولہ بیچا تو دوسرے وقت میں ۱۱۰ روپے تولہ خریدا۔ چمڑے کا سکہ تو نظام الدین سقائی کی صدیوں پہلے دوری چلنا بتایا جاتا ہے۔ مگر کاغذ کی ناؤ بیسویں صدی میں خوب خوب چلی! اور تو اور، سورج نانا ان نے بھی نئی اچھل۔ پہلے جہاں ۱۲ بجے ہماری کھوپڑی پر گرمایا کرتے تھے۔ مگر اب ایک بجے چاند سینکنے لگے!

لیکن ایک تمدن عیسوی - بیسویں صدی کی جے ہو!" کیا یہ مجبور کر اس صدی کی ایک بات بھی نہیں جاتی؟ یہ کس نے کب کہا! ۔۔۔ دنیا جدید کی نئی معلومات اور تازہ ترین تحقیقات سے کون انکار کر سکتا ہے؟ ۔۔۔ مثلاً ۔۔۔ سلسلہ اور ازی ۔۔۔ آزریکی سیر نسے (جوانہ برکا برش سے شروع ہوئی تھی اور آنریری پریذیڈنٹ آنریری سکریٹری، آنریری ایڈیٹر وغیرہ پیدا کر رہی تھی) اس زمانے میں آنریری شوہر بھیا یا سچ نکالا۔ تو کیجئے کہ آپ چند چیزوں سے ساری صدی کو قابل تعریف بنانا چاہتے ہیں؟ بے شک! ۔۔۔ دیگر بھر جانوروں پر ایک چھپے کر زمانے دکھائی جاتے! سالانہ امتحان

کے چند سوالات سے امتحان دینے والی ہستی کو معطل نہ کیا جائے! اور لفظ لکنتی کے آدمیوں کی چیخ پکار کو سارے بھارت ورشیں کی آواز نہ سمجھا جائے۔ تطورے میں ۔۔۔ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل کمیل ارکان کو ہوا دینا نہ بنایا جائے!

مصالحت کے نام سے حق خود ارادیت کی مخالفت

بقیہ سلسلہ صفحہ (۸)

لیکن سپرو کمیٹی مرے سے حق خود ارادیت ہی کی مخالف ہے۔ یہ کمیٹی متحدہ وفاق اور مخلوط انتخاب کی بوسیدہ عمارت کو جو اٹھانا چاہتی ہے وہ جانتی ہے کہ مسلمان اس تجویز کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ اس لئے وہ برطانوی حکومت سے مداخلت کی درخواست کرتی ہے۔

مسلم اخبارات نے وانسلے کے نام سپرو کمیٹی کے تار کی اور پھر ان تجویزوں کی سخت مخالفت کی ہے۔ روزنامہ انجام نے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک سپرو کمیٹی کا مقصد ہندو مسلمانوں میں مفاہمت کرانا تھا کب؟ اس کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ مسلم انڈیا اور اس کے خیالات و خواہشات اور قومی مطالبات کو ایک طرف چھوڑ کر برطانیہ اور ہندو انڈیا کے درمیان سودا کرایا جائے" (۶ اپریل) انہوں نے لکھا ہے کہ "اس انجمن کے ڈھانچہ میں انگریزی اقتراح کی بو بہل رہی ہے۔ جو کام سٹر ایمری اور لارڈ ولنگڈن براہ راست نہیں کر سکتے اسے سپرو کمیٹی کی وساطت سے کرانا چاہتے ہیں" (۷ اپریل) سپرو کمیٹی کا ڈھونگ انگریز اور ہندو کی متحدہ سازش سے رچایا گیا ہے" (۸ اپریل) روزنامہ جدید نے لکھا ہے کہ "سپرو کمیٹی کا مقصد رام راج زیر نام راج قائم کرنا ہے" بمبئی کے اخبار انصاری نے بھی ان تجویزوں کی مخالفت کی ہے۔ انصاری کی رائے ہے کہ "سپرو کمیٹی کی تجویز کی حیثیت سے کوئی وقعت نہیں رکھتی کیونکہ اس کو ئی ایسی نئی چیز نہیں پیش کی گئی ہے جو ہندوستانی مسئلہ کا ایک نئے زاویہ سے حل پیش کر سکے۔ اس تجویز کا ردعمل یہ ہوگا کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے اختلافات کو زیادہ ہوا دی جا سکے گی" (۷ اپریل)

قوم پرست اور کانگریسی اخبارات نے سپرو کمیٹی کی رپورٹ پر صرف اس نقطہ نظر سے غور کیا ہے کہ کانگریس اور حکومت کے درمیان کوئی سمجھوتہ ہو سکے۔ مسلم لیگ کو وہ بالکل نظر انداز کر گئے ہیں ہندو مہاسبھائی اخبارات کو تو خوشی ہے کہ سپرو کمیٹی نے مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کی مخالفت کی ہے۔

غرضیکہ اس رپورٹ نے مصالحت اور اتحاد کے لئے فضا تیار کرنے کے بجائے اتحاد کی راہ میں مزید رکاوٹیں پیدا کر دی ہیں۔

عظیم تر حیدرآباد

عظیم تر حیدرآباد کے بلدی نظم و نسق کے سلسلہ کی ابتدائی بحث و تحمیص کے لئے آنریبل راجہ دھرم کرن بہادر کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں آنریبل ڈبلیو . وی گرگسن . آنریبل نواب زین یار جنگ بہادر اور متعدد محکموں کے نمائندے بھی شریک تھے اس جلسہ کی کارروائی مباحثی نوعیت کی تھی اور حاضرین جلسہ کو اس بات کا موقع دیا گیا کہ وہ نواب معین نواز جنگ بہادر معتمد سیاسیات کی مرتب کردہ یادداشت کی نسبت جس کی ایک نقل انہیں پہلے ہی مہیا کردی گئی تھی اپنے متعلقہ محکموں کے نقطۂ نظر کو پیش کریں۔

آنریبل راجہ دھرم کرن بہادر نے اپنی افتتاحی تقریر میں جلسہ کی توجہ شہر کی بے ترتیب ترقی کی طرف مبذول کرائی اور فرمایا کہ سردست ایسا کوئی مرکزی ادارہ موجود نہیں ہے جو خاص حیدرآباد اور اس کے متصلہ علاقوں کی حکومت مقامی کی سرگرمیوں میں ربط پیدا کرے۔

یہاں یہ بتلا دینا مناسب ہوگا کہ اعلیٰ حضرت بندگان اقدس نے باب حکومت کی سفارش پر براہ خسروانہ صدر المہام بہادر فینانس صدر المہام بہادر مال اور صدر المہام بہادر تعمیرات پر مشتمل باب حکومت کی ایک ذیلی کمیٹی کے قیام کی منظوری عطا فرمائی تاکہ یہ کمیٹی عظیم تر حیدرآباد کے لئے بہتر بلدی نظم و نسق کے مسئلہ پر غور و خوض کر سکے اور اس کو حاصل کرنے کے طریقے اور ذرائع تجویز کرے۔ اس سلسلہ میں دو متبادل صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ شہر حیدرآباد اور اس کے مضافات کو ایک وسیع تر بلدیہ میں ضم کر دیا جائے اور دوسرے یہ کہ موجودہ مختلف اداروں کو جوں کا توں برقرار رکھا جائے اور ایک علیحدہ مرکزی ادارہ قائم کیا جائے جس سے وہ تمام معاملات متعلق رہیں جو عظیم تر حیدرآباد کے پورے علاقہ کے لئے مشترکہ دلچسپی کا باعث ہوں۔

اس بات پر اتفاق پایا گیا کہ شہر اور اس کے مضافات اور نیز مرتفاس مبارک پائیگاہ ہوں اور جاگیرات کے زیر انتظام علاقوں میں مشترکہ دلچسپی کے مسائل کو حل کرنے کے لئے لندن گرنٹی کونسل کے نمونہ پر منتظمہ داری مجلس قائم کی جائے۔

محکمہ فوج سرکار عالی کے نمائندے بریگیڈیر ... ڈیمو جیسے فوجی عہدہ داروں کے زیر انتظام علاقوں پر غیر فوجی نگرانی کی مخالفت کی۔ انھوں نے اس بات کا انکشاف کیا کہ حکومت ہند نے شہر سے فوجی علاقوں کے ہٹا دیے جانے کی ایک تجویز پر غور کر رہی ہے جسے محکمہ فوج نے پیش کیا ہے۔ انھوں نے

یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر اس تجویز کو عملی صورت دی گئی تو بلدی حدود میں فوجی علاقوں پر غیر فوجی نگرانی کا مسئلہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔

عظیم تر حیدرآباد کے لئے ایک صدر نقشہ کی تیاری اور پیمائش کے ضروری کام کی تکمیل کے واسطے جس وسیلہ اور وسائل سے کام لیا جانے لگا ان کے بارے میں سفارشات پیش کرے اور نقشہ کی تفصیلات کا ملاحظہ کرنے کی غرض سے ایک ذیلی کمیٹی کے قیام کی تجویز بھی پیش کی گئی۔ یہ ذیلی کمیٹی ان تجاویز کو روبہ عمل لانے کے مصارف کے تخمینے بھی مرتب کرے گی۔

صوبہ سرحد میں کانگریسی وزارت کا قیام

بقیہ سلسلہ صفحہ اول

پارٹیاں بن گئیں۔ تو پھر وہ جمہوری طریقہ جو مغربی ممالک کے لئے مقرر کیا گیا ہے ہندوستان پر بجنسہٖ منطبق کیوں نہیں کیا جاتا؟

ایک جدید انتخاب جس میں آزادی سے ووٹ دینے کی ضمانت ہو دستور حکومت کے قیام کی شرط مقدم ہونا چاہئے۔ نمائندہ حکومت کا اعادہ کرنا ہے جبکہ تقریباً ۹۰ فیصد باشندے حق رائے دہی سے محروم ہوں — جمہوریت کا مضحکہ اڑانا ہے۔ پس یہ امر ضروری ہے کہ انتخابات سے پہلے ملک کے سارے باشندوں کو حق رائے دہی عطا کیا جائے۔ اگر قدیم محدود حق رائے دہی کی بنیاد ہی پر جو انتخابات ہوئے ہیں تو کسی ایک جماعت کا نظم و نسق کی غیرذمہ دارانہ بات سے پہلے قابض رہنا انصافی ہے۔ کانگریس کسی نہ کسی طرح عہدوں پر واپس جانا چاہتی ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ ایسا مقام حاصل نہیں کر سکتی جہاں سے وہ اپنا تسلط قائم کر سکے۔

کانگریس کو خوش کرنے کے لئے سامراجی روش کی تائید میں یہ استدلال پیش کیا جا سکتا ہے کہ ہر جنگ امن پر ختم ہوتی ہے۔ امن ضرور بصورت ہونا چاہئے مگر اس کے لئے باشندوں کی اکثریت کو کیوں قربان کیا جائے جنہیں حق رائے دہی حاصل نہیں ہے۔ اس لئے میں نام نہاد دستور پسندوں کے ناجائز حرکات کو بے نقاب کرنا چاہتا ہوں اور مخلصین اقتدار پر یہ الزام عائد کرتا ہوں وہ ہندوستانی جمہوریت کو اقتدار سے محروم کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔

اتحادی غلہ گودام

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

تفویض ہیری کی وصولی منتقلی اور قیمت کی تعین کی جائے گی اور یہ جماعتیں دیہی مجالس اغذیہ کی جگہ لے سکیں گی۔ لیوی ادا کرنے والوں نے پنچوں کے انتخاب میں حصہ لیا اور گاؤں کے رہنے والے ایسے افراد منتخب کئے جن کی دیانت اور انسانی ہمدردی مسلمہ ہو تو ان شکایات کا سدباب ہو سکے گا جو بعض موجودہ دیہی مجالس اغذیہ کی نسبت کی جاتی ہیں۔ غرض ہر اعتبار سے سرکار عالی کی یہ پالیسی کہ لیوی کے انتظامات کو دیہہ کی معاشی احیاء و ترقی کا (غلہ گودام قائم کرکے) وسیلہ بنائے ملک کے لئے نہایت مفید ہے اور اپنے دیہی بھائیوں سے یہ اصرار تمام درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس بہتر موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں اور سرکار عالی کے منشاء کے بموجب اتحادی غلہ گودام قائم کرکے مستقل مزاجی سے ان کو کامیاب بنا کر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کے لئے قابل تقلید نمونہ

اعلان

محکمہ صدر ناظم و معتمد سرکار عالی صیغہ رسد

نشان (۲۰۱) مورخہ یکم خورداد ۱۳۵۲ ف

حسب الحکم عالیجناب نواب صدر اعظم بہادر باب حکومت سرکار عالی

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت قاعدہ ۲، ذیلی قاعدہ (۲) قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی بابتہ ۱۳۴۹ف صدر اعظم باب حکومت کو حاصل ہیں حسب ذیل حکم صادر کیا جاتا ہے۔

۱۔ حکم ہذا بنام حکم نگرانی برآمد کاغذ بابتہ ۱۳۵۲ف موسوم ہو سکے گا اور تاریخ اشاعت جریدہ سے ایک ہفتہ کے بعد کل ممالک محروسہ سرکار عالی میں نافذ ہوگا۔ تاریخ نفاذ حکم ہذا سے اعلان محکمہ معتمدی مالگزاری شاخ نگرانی نرخ اشیاء نشان (۱) مورخہ ۱۰ آذر ۱۳۵۱ف منسوخ متصور ہوگا۔

۲۔ حکم ہذا میں۔

(الف) "کاغذ" سے ہر قسم کا کاغذ مراد ہے خواہ وہ سادہ ہو یا ایسا لکھا ہوا یا طبع شدہ کاغذ ہو جو طباعت یا تحریر کے اغراض کے لئے مقصود ہو لیکن اس میں ردی یا کترن یا متعلقہ اصل نہ ہوگا۔

(ب) "برآمد" سے اندرون ممالک محروسہ سرکار عالی کسی مقام سے بیرون ممالک محروسہ سرکار عالی کسی مقام کو لے جانا مراد ہے۔

۳۔ بجز ان صورتوں کے جن کی صراحت مستثنیات مندرجہ فقرہ ہذا میں کی گئی ہے کوئی شخص مجاز نہ ہوگا کہ تاریخ نفاذ حکم ہذا سے کوئی کاغذ بلا اجازت صدر ناظم و معتمد رسد یا اس کے مجاز کردہ عہدہ دار کے برآمد کرے۔

استثناء (۱) دی سرپور پیپر ملز لمیٹڈ کو اختیار ہوگا کہ اپنا تیار کردہ فاضل کاغذ جو ممالک محروسہ سرکار عالی کی ضروریات پورا کرنے کے بعد بچ رہتا ہو برآمد کرے۔

توضیح۔ فقرہ ہذا کے اغراض کے لئے "فاضل کاغذ" سے کاغذ کی وہ مقدار مراد ہے جو صدر ناظم و معتمد رسد کی رائے میں حسب ضرورت ضروری مواد طلب کرنے کے بعد فاضل کاغذ متصور ہو۔

استثناء (۲) حکم ہذا کا کوئی مضمون کاغذ کی ایسی برآمد سے متعلق نہ ہوگا جس کو کوئی مسافر نیک نیتی سے اپنے ساتھ سامان سفر کے طور پر اپنی ذاتی ضروریات کے لئے لیجا رہا ہو۔

۴۔ اگر کوئی شخص حکم ہذا کی خلاف ورزی کرے تو اسکو قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد تین سال تک ہو سکے گی یا اس پر جرمانہ کیا جائے گا یا ہر دو سزائیں دی جاسکیں گی نیز عدالت سماعت کنندہ پر لازم ہوگا کہ ایسے کاغذ کو جس کے متعلق اسے اطمینان ہو کہ حکم ہذا کی خلاف ورزی ہوئی ہے بحق سرکار ضبط کرنے جانے کی تجویز کرے بجز اس کے کہ خاص وجوہات کی بناء پر جو قلمبند کئے جائیں گے عدالت اس کے خلاف قرار دے۔

۵۔ صدر ناظم و معتمد رسد یا دیگر عہدہ دار جس کو صدر ناظم و معتمد رسد نے اجازت نامہ برآمد دینے کا اختیار دیا ہو مجاز ہوگا کہ اپنے دئے ہوئے اجازت نامہ کو بلا اظہار وجوہ کسی وقت منسوخ کرے اور گیرندہ اجازت نامہ کسی نقصان کی تلافی کے لئے جو اس کو اسے حکم تنسیخ سے پہنچا ہو کوئی معاوضہ پانے کا مستحق نہ ہوگا۔ فقط

منجانب صدر ناظم و معتمد رسد

احمدیہ پریس چار مینار میں طبع ہو کر دفتر حکمت سانچہ توپ سے شائع ہوا